نام کتاب: اسلام اور ذات پات	مصنف: پروفیسر ڈاکٹر مظہر معین
ناشر: ادبستان، ۴۳ریٹی گن روڈ لاہور	صفحات: ۴۶۴۔ قیمت: ۲۰۰روپے
مبصر: پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق منصوری	

امت مسلمہ آج جس اخلاقی زوال، معاشرتی انتشار، معاشی افلاس، سیاسی گراوٹ اور علمی جمود کا شکار ہے ہر دردمند انسان اس پر مضطرب اور بے چین ہو جاتا ہے۔ مگر امتِ مسلمہ کی نئی شیرازہ بندی کے لیے ہمیں اپنے ریزہ ریزہ تنکوں کو چننے کی ضرورت ہے۔ پہلے مرض کی بے لاگ تشخیص اور پھر اس کا صحیح علاج کرنے کی ضرورت ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر سید مظہر معین شعبۂ عربی پنجاب یونیورسٹی میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ پروفیسر صاحب نے یہی کٹھن فریضہ انجام دینے کی کوشش کی ہے۔

پروفیسر صاحب نے ہر لحاظ سے اس موضوع کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ذات پات کے حوالے سے قرآن مجید کی آیات، احادیث نبوی، فقہاء عظام کی آراء، اسلامی تاریخ، اکابر امت کے اقوال اور طب جدید تک سے استفادہ کیا ہے۔ ذات پات سے متعلق آیات کی تفسیر میں مختلف مفسرین کی آراء کو پیش کیا ہے۔ ان میں امام ابن کثیرؒ، قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ، علامہ آلوسیؒ، سید قطبؒ، شیخ مصطفی العراغیؒ، مولانا تھانویؒ، سید مودودیؒ، امین احسن اصلاحیؒ، پیر کرم شاہ الازہریؒ شامل ہیں۔ اسی طرح محدثین، علماء اور فقہاء کی آراء پیش کرتے ہوئے ہر دور اور ہر نقطۂ نظر کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان میں اصحابِ صحاح ستہ اور فقہائے اربعہ کے علاوہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ، انور شاہ کشمیریؒ، امجد علی رضویؒ، مولانا احمد رضا بریلویؒ، مفتی کفایت اللہؒ، ابوالکلام آزادؒ، علامہ اقبالؒ، پیر سید مہر علی شاہؒ، مولانا گوہر رحمانؒ، مولانا عبدالحکیم اشرف قادریؒ، سید نصیر گیلانیؒ اور پروفیسر ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمان شامل ہیں۔

ڈاکٹر خالد علوی کتاب کے تعارف میں لکھتے ہیں:

> ''کتاب کا اسلوب علمی ہے، کوئی بات حوالہ کے بغیر نہیں کہی گئی ہے ترتیب عمدہ ہے اور بڑی خوبی یہ ہے کہ ہر باب کے اختتام پر خلاصہ یا حاصل بحث درج ہے، قرآن وسنت کی نصوص پیش کرتے ہوئے من مانی تاویلات سے گریز کیا گیا ہے۔ مفسرین ومحدثین کی توضیحات پیش کی گئی ہیں۔ قرآن وسنت کی نصوص تو واضح ہیں ان میں نسلی امتیاز اور خاندانی تفوق کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ وہ تو مساواتِ انسانی کا ایسا تصور پیش کرتی ہیں جس کے اظہار وتنفیذ کا یارا عہد حاضر کے مفکر ومقتدر قوتوں کو بھی نہیں۔ حقوقِ انسانی کے علمبردار اور عظمتِ انسانی کے حدی خوان ترقی یافتہ معاشروں سے نسل پرستانہ رجحانات کو ختم نہیں کرا سکے۔ یورپ وامریکا میں غیر سفید فام انسانی گروہوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ ان کے لیے ندامت کا باعث ہونا چاہیے۔'' (ص:۱۳)

آج امریکا گوانتانا موبے، عراق، افغانستان اور پوری دنیا میں جس طرح مذہبی امتیاز کی بنیاد پر بے قصور مسلمانوں کو ظلم و بربریت کا نشانہ بنا رہا ہے اور جس طرح اس نے ہیروشیما اور ویتنام کے انسانوں پر ظلم وستم کی انتہا کر دی یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امریکا کے نزدیک تمام انسانوں کے حقوق برابر نہیں ہیں۔

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی ازہری تعارف میں لکھتے ہیں: ''فضائل و مناقب کی اہمیت، فضیلت اور اصلیت سے انکار ممکن نہیں کیونکہ خالقِ کائنات نے خود اپنی کتابِ مقدس میں اور باعثِ کون ومکاں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مبارکہ میں جلیل القدر انبیاء کرامؑ اور جانثار صحابہ کرامؓ کی عظمتوں کا اظہار فرمایا ہے''۔لیکن تحقیق کے طالبانِ ارفع وادنیٰ میں حدود قائم کرتے کرتے اتنی گہرائی میں چلے جاتے ہیں کہ ارفع وادنیٰ کے بنیادی قواعد تو نگاہوں سے اوجھل ہوجاتے ہیں اور غیر مستقل عارضی واجبی چیزیں لازم قرار پاجاتی ہیں، جس کے نتیجے میں بسا اوقات ارفع، ادنیٰ اور ادنیٰ ارفع ہوجاتا ہے اور یہی کچھ سرگزشت برصغیر پاک و ہند میں ذات پات اور کفؤ کے مسئلہ کے ساتھ درپیش ہوئی۔

پروفیسر مظہر معین تقدیم میں لکھتے ہیں ''دینِ اسلام نے اہل عرب وفارس وروم ویونان کے نسلی تفاخر کے خصوصی پس منظر میں توحیدِ ربانی ووحدتِ انسانی کا جو آفاقی پیغام بنی نوع انسان کو دیا اس نے ہر زمان ومکان میں امت مسلمہ کی بلاامتیاز عرب وعجم مساواتِ انسانی کی بنیاد پر تشکیل و تنظیم کی،...... مسلمانانِ برصغیر کے مابین اپنی ذات برادری سے باہر نکاح و ازدواج بالعموم قولاً وفعلاً ناقابل برداشت وباعث ننگ وعار حتیٰ کہ منجانب برادری ''حقہ پانی بند'' کردینے کا باعث قرار پاتا رہا اور یہ سلسلہ تقسیم ہند وقیام پاکستان کے بعد بھی کافی حد تک جاری وساری ہے۔

......کفو اور غیر کفو کے فقہی وشرعی عنوانات کے تحت خلطِ مبحث وسیع پیمانے پر باعث اشکال واضطراب ہے۔لہٰذا قرآن وسنت، فقہ وسیرت اور تاریخ وتعاملِ امت کی روشنی میں نسلی تفاخر وتنافر کی حقیقت ونوعیت کا تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ مسلمانانِ برصغیر کے مذہبی وثقافتی پس منظر میں ایک ناگزیر علمی وعملی ضرورت ہے''۔(ص:۱۷۔۱۸)

محمد حماد لکھوی لکھتے ہیں ''محترم ڈاکٹر صاحب کے فاضلانہ استدلال واستنباط سے دیانتدارانہ علمی اختلاف وتنقید کی گنجائش بہرحال موجود ہے۔'' (ص:۴۶۴)

نسلی تفاخر اور قبائلی عصبیت انتہائی طاقتور محرک ہے، ڈاکٹر صاحب نے انتہائی اخلاص اور دل سوزی کے ساتھ جس برائی کو ختم کرنے کے لیے یہ کتاب لکھی ہے کسی صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ''کم نسب'' لکھنا مناسب نہیں لگا۔(ب) نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چچازاد سیدہ ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب (ہاشمیہ قرشیہ) کا نکاح مقدادؓ بن اسود (غیر ہاشمی غیر قرشی وبروایت غیر عرب، کم نسب، آزاد شدہ غلام اسود) سے کر کے بنو ہاشم وقریش کے تفاخر نسب پر ضرب لگائی''۔(ص:۱۹۱)

(ج) علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ہاشمی وقریشی وعرب معززین کو چھوڑ کر اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ (غیر ہاشمی، غیر قریشی کم نسب) کو اپنا منہ بولا بیٹا (متبنیٰ) قرار دیا (۱۹۱) یہاں کم نسب کا لفظ غلط فہمی کا باعث ہوسکتا

ہے۔ڈاکٹر صاحب کی مراد یہ ہے کہ اسلام کے دیے ہوئے معیار تفاخر کے بجائے جو لوگ دوسرے نسلی ونسبی معیارات رکھتے ہیں اُن کی نگاہ میں مقدادؓ اور زیدؓ کم نسب تھے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں تو وہ تقویٰ کی بنیاد پر عالی نسب تھے کیونکہ تقویٰ میں وہ قریش اور ہاشمیوں سے آگے تھے۔بہرحال آئندہ اشاعت میں اس پر نظر ثانی کر لی جائے۔اسی طرح مجموعی طور پر ہاشمی اور غیر ہاشمی،قریشی اور غیر قریشی،عرب اور غیر عرب کی اصطلاحات کا استعمال کس ذہن کی غمازی کرتا ہے ان مفاہیم کو ادا کرنے کے لیے دوسرا کون سا مناسب اسلوب اختیار کیا جاسکتا ہے۔

پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:''اختلاف انساب وقبائل کی بناء پر ایک دوسرے کو حقیر جاننا ممنوع ہے اور کسی کو نسب کی عار دلانا انتہائی قابل مذمت گناہ ہے۔کسی کو کسی پر فضیلت نسبی حاصل نہیں الاّ یہ کہ دین وتقویٰ کی بنیاد ہو ورنہ سب اولادِ آدم کی حیثیت سے مساوی النسب ہیں،روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اپنے معیار نسب یعنی تقویٰ کو سر بلند فرمائے گا اور انسانوں کے تفاخر نسب کو نیچے پھینک دے گا۔(ص:۱۸۹)

یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔باب اول قرآن مجید اور ذات پات میں معروف قدیم وجدید مفسرین کی اس سے متعلقہ آیات کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے کہ از روئے قرآن رسولِ خدا سیدنا آدم وسیدہ حوا سلام اللہ علیہا کی تمام اولاد مشترک و مساوی النسب ہے۔(ص:۱۱۲)

باب دوم۔سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور ذات پات کے بارے میں ہے اس میں آپ نے متعلقہ احادیث مکمل حوالوں کے ساتھ عربی متن اور اردو ترجمے کے ساتھ درج کی ہیں صرف ایک حدیث نقل کرر ہا ہوں۔ترجمہ:''جس کا عمل اس کو سست رفتار رکھے اس کا نسب (خدا کے ہاں) تیز رفتار نہیں بنا سکتا''۔(صحیح مسلم،کتاب الذکر،باب فضل الاجتماع علیٰ تلاوۃ القرآن)(ص:۱۲۶)

باب سوم ذات پات بحوالہ سیرت وتاریخ ہے اس کے خلاصہ میں لکھتے ہیں''ان تمام نقاط واشارات سے (بعض روایات ہر ممکنہ جرح وتنقید کی گنجائش رکھنے کے باوجود) بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عہدِ نبوی وخلفاء راشدینؓ،نیز عصر صحابہؓ وتابعینؒ و مابعد میں بلا امتیاز قریش و بنو ہاشم وعرب وعجم محض عقیدہ اسلامی کے اشتراک وکفائت کی بناء پر نکاح و ازدواج کی لاتعداد مختلف ومتنوع مثالیں خود بنو فاطمہ و بنو ہاشم وقریش سمیت جملہ اہلِ اسلام میں موجود اور کتبِ سیرت و تاریخ میں بکثرت محفوظ چلی آرہی ہیں۔

چوتھے باب میں اقوالِ اکابر امت بسلسلۂ ذات پات پیش کیے ہیں جن کا خلاصہ یہ شعر ہے:

بتانِ رنگ وخوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی
(اقبال)

پانچواں باب طب جدید اور ذات پات پر مشتمل ہے اس باب میں لکھتے ہیں کہ اپنے خاندان سے باہر شادی کرنے سے لاتعداد موروثی امراض کا خاتمہ ہو جاتا ہے،ذہنی اور جسمانی لحاظ سے اعلیٰ اور صحت مند نسل پروان چڑھتی ہے اس سلسلے

میں طبی سائنس کے ماہرین کی آراء دی ہیں۔

فہرست مراجع میں بعض مراجع نامکمل ہیں جیسے ابن قدامۃ کی المغنی، علامہ سرخسی کی المبسوط ،ان کا مقام طباعت اور سن طباعت درج کیا جاتا تو بہتر ہوتا۔

اخیر میں مختلف اہلِ علم و تحقیق کی کتاب کے بارے میں آراء درج ہیں جن میں جسٹس علامہ مجدد مرزا، جسٹس ڈاکٹر منیر احمد مغل اور ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی سمیت ۱۲۳ اہل علم کی آراء دی گئی ہیں۔ ہاشمی صاحب کی رائے کا ایک حصہ نقل کر رہا ہوں۔

''اسلام کا مزاج آفاقی ہے مگر بدقسمتی سے مسلم معاشرے میں مرورِ زمانہ کے ساتھ جاہلی تعصّبات پھر سے سر اٹھانے لگے۔ ہندو سماج کے زیرِ اثر برعظیم میں مسلمانوں کے ہاں بھی ذات پات کا امتیاز برتا جانے لگا۔ بیسویں صدی کی تحریکات آزادی کا ایک قابل قدر اور روشن پہلو یہ بھی ہے کہ ان کے ذریعہ مسلمانوں کے ہاں اسلامی اور ملّی تشخص کا جذبہ نمایاں ہو کر سامنے آیا۔ لیکن بدقسمتی سے ہندی مسلمانوں کی سائیکی (نفسیات، مبصر) میں ذات اور برادری کے تعصّبات اس طرح رچ بس گئے تھے کہ یہ ملّی جذبہ بھی ان تعصّبات کو ختم نہیں کرسکا۔ اگرچہ مسلمانوں میں تعلیم کا تناسب بھی بڑھا ہے دینی اور اسلامی تحریکوں کے اثرات میں بھی اضافہ ہوا ہے......لیکن اِن تمام قابل قدر رجحانات کے باوجود نمود و نمائش کا رجحان اور بتانِ رنگ و بو کا شکنجہ ہماری معاشرتی زندگی کو ابھی تک بری طرح جکڑے ہوئے ہے۔

ڈاکٹر سید مظہر معین نے مسلم معاشرے کی اس دکھتی رگ کو چھیڑا ہے۔ انہوں نے قرآن حکیم و سیرت رسولؐ اور اسوۂ صحابہؓ کی روشنی میں ذات کے اس جاہلی تصور کا تجزیہ کیا ہے......زیر بحث موضوع پر پروفیسر موصوف نے جو کاوش و عرق ریزی کی ہے وہ ان کے دلی اضطراب، دردمندی اور شدید اسلامی جذبے کی غماز ہے۔ انہوں نے اپنے مؤقف کے حق میں جو تفصیلی شواہد مہیا کیے ہیں وہ بہت مستند اور جامع و مانع ہیں۔

عہدِ حاضر میں امت مسلمہ کو بہت سے خطرات درپیش ہیں اور خصوصاً اہل مغرب کی مہم جو یلغار اور اسلامیانِ عالم پر ذہنی و فکری اور سائنسی و مادّی غلبے کے لیے اس کی مجنونانہ تگ و دو ایک بہت بڑے چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے اس کا مقابلہ کرنے کے لیے پہلے ہمیں اپنے ریزہ ریزہ تنکوں کو چن کر آشیاں بندی کرنی ہے پھر اپنی گم شدہ متاع و میراث کی بازیافت کا مرحلہ بھی سر کرنا ہے۔ اگر ہم بدستور ذات پات کے غیر اخلاقی اور احمقانہ تصورات سے چمٹے رہیں گے تو جمود اور جہالت کی اسیری سے کبھی چھٹکارا نہیں پا سکیں گے...... کتاب کی طباعت و کاغذ عمدہ ہیں اور قیمت کم ہے۔